دیباچہ

یہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب الجواب الصحیح

کے چند اوراق کا ترجمہ ہے

مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ شیخ الاسلام نے کس خوبی سے رسول خدا صلعم کی صداقت و رسالت کو ثابت کیا ہے۔ طریق استدلال کیسا صحیح، دلنشین اور ناقابل تردید ہے۔ سیرت کی بہت سی کتابیں موجود ہیں مگر پڑھنے والے کو جو تشفی، یقین، حظ، شیخ الاسلام کی ان چند سطروں سے حاصل ہوتا ہے، وہ ان ضخیم جلدوں میں نہیں مل سکتا یہ رسالہ خواص و عوام، مسلم و غیر مسلم سب کے لیئے یکساں طور پر دلچسپ مفید اور سبق آموز ہے۔ چند بولوں میں پوری سیرت نبوی بیان کر دی ہے۔ امید ہے پبلک اس سے پورا فایدہ حاصل کریگی۔ مسلمان عبرت حاصل کریں گے اور اپنی زبوں حالت میں تبدیلی پیدا کریں گے۔ غیر مسلم ہدایت اور روشنی پائیں گے۔ مترجم کی یہی تمنا اور دعا ہے۔

عبدالرزاق ملیح آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ کے اخلاق، آپ اقوال، آپ کے افعال، آپ کی شریعت، آپ کی امت، امت کا علم و تقویٰ، امت کے اخیار و ابرار کی نیکیاں اور کرامتیں۔ یہ سب آپ کی نبوت و رسالت و صداقت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ ولادت با سعادت کے دن سے لیکر بعثت مبارک تک اور بعثت سے لیکر وفات تک پوری حیات طیبہ ظاہر و واضح ہے۔ زندگی کا کوئی ایک پہلو بھی مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ آپ کی سیرت پر ایک سرسری نظر ہی ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسا شخص بجز نبی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ کا حسب نسب مسلّم ہے۔ کسی کو رد و قدح کی جرأت نہیں ہو سکتی آپ خاص ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، جن کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے نبوت و کتاب رکھی۔ ابراہیم کو خدا نے دو بیٹے دیئے تھے: اسمٰعیل اور اسحاق۔ توراۃ میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اسحاق کی طرح اسماعیل کی نسل کیلئے بھی بشارت ثابت ہے کہ اُس میں سے ایک نبی اُٹھے گا۔ ظاہر ہے نسل اسماعیل میں بجز

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔
بجز خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس لختِ جگر (اسماعیل علیہ السلام) کے لئے دعا کی تھی کہ اُس کی نسل میں سے ایک پیغمبر اٹھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی دعا قبول کی اور اپنے آخری پیغمبر محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نسلِ اسماعیل میں سے مبعوث فرمایا۔
قریش نسلِ ابراہیم کا خلاصہ تھے۔ اور بنی ہاشم، قریش کا عطر۔ مکہ اُم القریٰ تھا۔ اور ابراہیم کے تعمیر کردہ مقدس "بیت اللہ" کا شہر۔ چنانچہ آپ قرشی ہاشمی تھے اور اسی مکہ میں پیدا ہوئے تھے جس کے کعبہ کا عہد ابراہیم سے برابر حج کیا جاتا ہے۔ اور جس کی انبیاء نے مدح و توصیف کی ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہی سے کامل و مکمل تھے، تربیت نہایت اعلیٰ تھی۔ اٹھان بڑی ہی عمدہ تھی۔ سچائی، نیکی، رحمدلی، فیاضی، رواداری، غرضکہ جملہ مکارمِ اخلاق سے اوائل عمر ہی سے آراستہ تھے۔ فسق و فجور، فواحش و ذنوب، شر و فساد، ظلم و جور، اور تمام معائب و رذائل سے پاکدامن تھے۔ جتنے لوگ آپ کو بچپن سے جانتے تھے۔ اُن میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے کفر کیا، کسی

ایک نے بھی اس طرح کی کوئی حرف گیری نہین کی۔ نہ آپ کے قول مین کوئی برائی بتائی۔ نہ آپ کے کسی فعل کی عیب جوئی کی۔ نہ آپ کے اخلاق پر کوئی نکتہ چینی کی۔ کبھی کسی نے نہین کہا کہ کسی وقت بھی آپ کی زبان جھوٹ سے آشنا، یا نفس، ظلم و فواحش سے آلودہ ہوا ہو۔ جس طرح آپ کے اخلاق اعلیٰ و اکمل تھے، اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ظاہری شکل و صورت بھی ایسی دی تھی جو ایسے بزرگ و برتر انسان کے شایان شان۔ آپ امی محض (ان پڑھ) تھے اور آپ کی قوم بھی اُمّی محض تھی۔ آپ اُن علوم سے بالکل ناواقف تھے جو اس وقت اہل کتاب کا حصہ تھے۔ دنیاوی علوم و فنون مین سے آپ نے ایک حرف بھی نہین پڑھا تھا اور نہ اہل علم کی کسی صحبت مین بیٹھے تھے۔

چالیس سال کی عمر تک آپ نے کسی قسم کا کوئی دعوےٰ نہین کیا۔ یہان تک کہ اچانک ایک ایسے معاملہ کا اعلان کیا جس سے زیادہ عظیم الشان اور حیرت انگیز کوئی معاملہ نہین ہو سکتا اور ایک ایسا کلام پیش کیا جیسا نہ کبھی اگلون نے سنا تھا نہ پچھلون نے سنا۔ اور ایک ایسی خبر سنائی جسے نہ آپ کے شہر والے جانتے تھے نہ قوم والے۔ آپ بغیر کسی سابق طیاری اور پیش بندی کے جو چیز لائے وہ ایسی تھی جیسی نہ کبھی پہلے موجود تھی نہ بعد مین کبھی ہوئی۔ نہ کسی ملک مین

پائی گئی تھی نہ کسی زمانہ مین دیکھی گئی۔ آپ کا سا ظہور کسی انسان نے بھی نہین کیا۔ آپ کی سی نشانیان کبھی کوئی آدمی بھی نہ دکھا سکا۔ آپ کی سی شریعت کوئی پیغمبر بھی نہ لا سکا۔ آپکا سا دین کسی رسول سے بھی قایم نہ ہو سکا جو علم، دلیل اور قوت قاہرہ سے جس طرح راسخ و مستحکم ہو گیا ہو جس طرح آپ کا دین ہو گیا ہے۔

پھر آپ کی دعوت کے رواج و انتشار مین سب کچھ وہی پیش آیا جو تمام اگلے انبیاء کی دعوتون کو پیش آ چکا تھا۔ یعنی کمزورون لاچارون اور غریبون نے سب سے پہلے لبیک کہا۔ سردارون، طاقتورون اور مالدارون نے تکذیب کی، دشمنی ٹھانی، بربادی کے درپے ہوئے آپ کے اور آپ کے غریب پیروون کے تباہ و برباد کرنے مین کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہین رکھا۔

جن لوگون نے آپ کی پیروی و اتباع مین پیش قدمی کی تھی انھین نہ لالچ سے لبھایا گیا تھا نہ طمع دی گئی تھی نہ سبز باغ دکھائے گئے تھے نہ خوف دلایا گیا تھا۔ نہ تلوار اُن کی گردن پر رکھی گئی تھی اور یہہ ممکن بھی نہ تھا۔ کیونکہ آپ کے پاس نہ دولت تھی کہ مٹھیان بھر دیتے نہ سلطنت تھی کہ جاگیرین بانٹ دیتے۔ نہ تلوار تھی کہ اُسکی نوک سے مغلوب و مقہور کرتے۔ بلکہ یہ سب چیزین: مال، جاہ، تلوار آپکے مخالفون

اور نعمتوں کے پاس موجود تھیں جن سے کام لینے کی انھوں نے پوری کوشش کی۔ وہ کون تکلیف اور سختی تھی جو ان مؤمنین اولین پر آزمائی نہیں گئی؟ مگر وہ اللہ والے اپنے ایمان پر برابر قائم رہے اور جو حلاوت و معرفت پا چکے تھے اُس سے دست بردار ہو گئے پر ہرگز رضامند نہیں ہوئے۔

مکہ، عہد ابراہیم سے تمام عرب کا مرکز تھا اور اس کے طول و عرض سے لوگ جوق جوق حج کرنے آیا کرتے تھے۔ آپ ہر سال موسم حج میں قبائل کو دعوت دیتے پھرتے تھے اور کفار کی اُس تمام تکذیب، تکلیف، توہین، تضحیک اور سختی کو بڑے ہی صبر و استقلال سے برداشت کرتے تھے جس کا سلسلہ ایک لمحہ کے لئے بھی منقطع نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اتفاقیہ ایک سال اہل یثرب (مدینہ والوں) سے ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ مدینہ میں یہودیوں کے پڑوسی تھے اور اُن سے سُن چکے تھے کہ عرب میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہونیوالا ہے۔ پھر گذشتہ دس گیارہ برس سے آپ کے دعوے اور اخلاق و احوال سنتے رہتے تھے۔ اس لئے آپ کی زبان سے پیغام حق سنتے ہی ایمان لے آئے اور آپ کی اور آپ کے صحابہ کی ہجرت پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے اور دوسرے مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کی جہاں پہلے ہی سے مہاجرین و انصار کی ایک معقول جمعیت موجود

تھی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طمع یا خوف سے ایمان لایا ہو۔

پھر جہاد کا حکم ملا۔ آپ نے اس حکم خداوندی کو پوری سچائی، ایمان، انصاف اور پابندی عہد کے ساتھ انجام دیا۔ کبھی ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں کہا۔ کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا۔ کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ جنگ میں بھی آپ سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ منصف، سب سے زیادہ رحمدل اور سب سے زیادہ پابند عہد تھے۔ حالانکہ حالات کی رفتار ہمیشہ یکساں نہ تھی زمانہ کے نشیب و فراز پیش آتے رہتے تھے۔

کبھی جنگ کی ہولناکیاں رونما ہوتی تھیں کبھی امن کا اطمینان نصیب ہوتا تھا۔ کبھی دولت سامنے ہوتی تھی کبھی فقر و فاقہ کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ کبھی اپنی کثرت ہوتی تھی کبھی اپنی قلت ہوتی تھی کبھی فتح سے شادکام ہوتے تھے۔ کبھی شکست سے دوچار ہوتے تھے۔ مگر یہ تغیرات اس کوہ عزم و تقویٰ میں کوئی تزلزل پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ کبھی کوئی بے اعتدالی اور عدم توازن ظاہر نہ ہوتا تھا۔ طبع مبارک ہمیشہ اپنی جبلی سلامت روی پر قائم رہتی تھی۔ ہمیشہ حق کے راستہ پر گامزن رہتے تھے۔ ہمیشہ انصاف کا دامن تھامے رہتے تھے۔ ہمیشہ فضیلت و کمال کی صراط مستقیم پر استوار رہتے تھے۔ یہاں تک کہ دعوت حق تمام

سرزمین عرب پر چھا گئی، جو ہتوں، بت پرستوں، کاہنوں، نجومیوں سے بھری پڑی تھی جس میں مخلوق کی خوشنودی کیلئے خالق سے کفر کیا جاتا تھا۔ ناحق خون بہایا جاتا تھا۔ حق تلفی کی جاتی تھی۔ رشتے کاٹے جاتے تھے۔ نہ کسی کو دین کی خبر تھی نہ عاقبت کا خیال تھا۔

مگر اسی سرزمین کی اچانک کیا کایا پلٹ ہوئی؟ آپ کا نعرۂ حق سنتے ہی یہ وحشی قوم یکایک مہذب بن گئی۔ علم و حکمت سے مالا مال ہو گئی، دین و تقویٰ سے آراستہ ہو گئی۔ عدل و انصاف اُسکا شعار بن گیا۔ فضیلت و طہارت اُسکے ریشہ ریشہ میں سما گئی۔ یہاں تک کہ جب یہ پہلی کی عرب شتربان اور بعد کی مومن مسلمان سرزمین شام میں پہونچے تو وہاں کے احبار و رہبان انھیں دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور کہنے لگے "مسیح علیہ السلام کے حواری بھی ان سے زیادہ افضل نہ تھے"، دنیا کے گوشہ گوشہ میں انکے علم و عمل کی یادگاریں ابتک موجود ہیں۔ دانشمند انصاف کی نظر سے انھیں دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ مسلمانوں نے کیا کیا اور آپ سے پہلی تر بین کیا کر گئیں؟

اپنی بے نظیر فتوحات، تمام عرب کی تسخیر، اور مخلوق کے جان و مال اور دل و دماغ پر قبضہ حاصل کر لینے کے بعد آپکی کیا حالت ہوئی؟ طرز عمل میں کوئی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی؟ کسی قسم کی نخوت، تکبر، عیش پسندی آ گئی تھی؟ ہرگز نہیں

وہاں وہی خاکساری، فروتنی اور مسکینی تھی جو ہمیشہ ہر حال میں نمایاں رہتی تھی۔

عرب کے اس شہنشاہ نے جب دنیا سے کوچ کیا تو کتنا بڑا خزانہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا؟ تم سمجھتے ہو گے ضرور زر و جواہر سے لبریز صندوق ہونگے زربفت اور کمخواب سے توشے خانے پٹے پڑے ہونگے۔ چاندی سونا نہ جانے کتنے اُگل رہے ہونگے۔ آہ! نہیں، اس کشورکشا شہنشاہ نے یہ کچھ بھی نہیں چھوڑا پھر کیا چھوڑا؟ صرف سواری کا ایک خچر اور لوہے کے چند ہتھیار! روپیہ پیسہ کچھ نہ تھا۔ اونٹ بکری کی قسم سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ یہی نہیں بلکہ اس کے پہننے کی زرہ ایک یہودی کے پاس چند سیر جو پر گروی پڑی تھی جو اس نے اپنے بال بچوں کی شکم پروری کے لئے قرض لئے تھے! غیر منقولہ جائداد بھی کچھ نہ تھی صرف چند بیگہ زمین تھی جس میں سے کھانے بھر کا غلہ لیکر باقی عام مسلمانوں کے کام میں خرچ کر دیتا تھا۔ اور اس میں بھی یہ کہہ گیا کہ اس کے وارث کچھ نہ پائیں، کیونکہ آدمیوں کے جس گروہ (یعنی انبیا) سے وہ ہے ان کے مال میں وارثوں کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

آپ زندگی کے ہر دور، ہر طور، ہر حالت میں گوناگوں نشانیاں اور بوقلموں آئینیں دکھاتے رہے۔ گذشتہ کی روداد یں سنائیں۔ آیندہ کی پیشین گوئیاں کیں۔ ہمیشہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا۔ نیکی کا حکم دیا۔

بدی سے منع کیا۔ طیبات حلال رکھین۔ خبائث حرام کر دین۔ آہستہ آہستہ شریعت قایم کی۔ بتدریج راہ ہدایت ہموار کی۔ یہان تک کہ اللہ تعالیٰ نے اِس دین کو کامل اور اِس شریعت کو مکمل کر دیا۔ کوئی نیکی ایسی نہ بچی جسے عقل انسانی نیکی سمجھتی ہو اور اُس کا حکم نہ دیا ہو۔ کوئی بُرائی ایسی نہ چھوٹی جسے عقل انسانی بُرائی سمجھتی ہو اور اُس سے منع نہ کر دیا ہو۔ کسی ایسی بات کا حکم نہین دیا جس پر عقل سلیم کہہ سکے کاش یہ ممانعت نہ کی ہوتی۔ تمام طیبات مباح کر دین اور ان مین سے کوئی ایک بھی حرام نہین ٹھہرائی جیسا کہ دوسری شریعتون نے کیا تھا۔ تمام خبائث حرام قرار دین اور ان مین سے کوئی ایک بھی حلال نہین بتائی جیسا کہ اگلے مذاہب نے کیا تھا۔ دنیا بھر کی تمام امتون کی نیکیان اس امت مین جمع کر دین، توراۃ، انجیل، زبور مین اللہ، ملائکہ اور قیامت کے متعلق کوئی ایسی خبر نہین جو یہان بہتر سے بہتر طور پر موجود نہ ہو۔ بلکہ بہت سی خبرین ایسی سنائین جو ان آسمانی کتابون مین سرے سے موجود ہی نہین۔ ان صحف سماویہ مین کوئی حکم ایسا نہین جس مین عدل و انصاف کو ضروری قرار دیا گیا ہو۔ فضائل کی طرف بلایا گیا ہو۔ محاسن کی ترغیب دی گئی ہو۔ اور وہ یہان آپ کی شریعت مین اُن سے زیادہ موثر، زیادہ

سوار تھے۔ آپ کی گردن میں تلوار حمائل تھی اور لوگوں سے فرما رہے تھے "کچھ ڈر نہیں۔ کچھ ڈر نہیں(۱)"

ابن عباس کی روایت ہے "آپ نیکی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ خصوصاً رمضان میں تو آپ کی سخاوت بادِ تند کی طرح ہوتی تھی(۲)"

براء بن عازب کہا کرتے تھے "جنگ کی ہولناکیوں میں ہم آپ کے پیچھے چھپا کرتے تھے۔ ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو آپ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہونے کی جرأت کرتا تھا(۳)"

حضرت علی کا بیان ہے "ہم جنگ بدر میں رسول اللہ کی آڑ پکڑتے تھے آپ سب سے زیادہ بہادر تھے اور آپ سے زیادہ دشمن کے قریب کوئی نہ ہوتا تھا(۴)"

حضرت انس کہتے ہیں "میں نے دس برس رسول اللہ کی خدمت کی۔ بخدا نہ مجھے کبھی جھڑکا نہ کہا تو نے ایسا کیوں کیا؟ ایسا کیوں نہیں کیا؟ آپ سب سے زیادہ بہتر اخلاق والے تھے(۵)"

حضرت جابر کا قول ہے "آپ سے جو چیز بھی مانگی جاتی تھی فوراً دیدیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آیا تو اُسے بھیڑوں کا ایک بہت بڑا غلہ عنایت

(۱ و ۲ و ۳) صحیحین (۴) بیہقی (۵) صحیحین

یہ تمام فضائل و محاسن مسلمانوں کو کہاں سے ملے؟ صرف اسی ذات گرامی اور اسی پیغمبر حق سے۔ مسلمان پہلے کسی ایسی کتاب کے قائل نہ تھے جس کی تکمیل کے لیے آپ آئے ہوں۔ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام توراۃ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور اس طرح پیروان مسیح کو کچھ نیکیاں اور علوم توراۃ سے ملے، کچھ زبور سے کچھ دوسرے انبیاء سے، کچھ خود اپنے پیغمبر مسیح سے، کچھ حواریوں کے بعد دوسرے لوگوں سے۔ حتیٰ کہ انھوں نے فلاسفہ و کفار سے بھی بہت سی باتیں اخذ کر لیں اور انھیں اپنے دین میں ملا دیا۔ حالانکہ اس کے بالکل خلاف تھیں۔

لیکن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت نہیں ہے۔ مسلمان آپ سے پہلے کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ کسی آسمانی کتاب کے بھی پڑھنے والے نہ تھے۔ موسیٰ، عیسیٰ، داؤد علیہم السلام پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ اکثر توراۃ، انجیل، زبور کے نام سے بھی آشنا نہ تھے۔ وہ خود آپ ہی تھے جس نے انھیں خدا کے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ ان سب کا اقرار کریں اور کسی میں تفریق و امتیاز قایم نہ کریں۔

آپ کی امت جائز نہیں سمجھتی کہ اپنے دین میں بجز آپ کی لائی ہوئی

مخدا ہیت ہے کہ کسی سے بھی لیکر کوئی چیز ملائے، یا کسی ایسی بات کو دین سمجھے جس کی اجازت اللہ نے نہین دی ہے۔ لیکن خدا نے اگلے پیغمبرون اور قومون کے جو قصّے بیان فرمائے ہین۔ اُن سے وہ عبرت اور نصیحت حاصل کرتی ہے۔ اہل کتاب جو کچھ کہتے ہین اس مین سے جو قرآن کے مطابق ہوتا ہے اس کی تصدیق کرتی ہے جو مخالف ہوتا ہے اس کی تکذیب کرتی ہے۔ اور جو نہ موافق ہوتا ہے نہ مخالف تو اس کی نہ تکذیب کرتی ہے نہ تصدیق۔ جو کوئی اپنے دین مین ہندوستانی، ایرانی، یونانی وغیرہ فلاسفہ کے اقوال داخل کرتا ہے۔ اُسے یہ امت مُلحِد و مُبتدع سمجھتی ہے اور ہرگز اُس کے فعل کو پسند نہین کرتی۔ یہی وہ مسلک ہے جس پر اصحاب رسول اللہ تابعین اور ائمۂ اسلام استوار تھے، اور یہی مذہب اہلسنت والجماعت کا ہے جو قیامت تک حق پر مضبوطی کے ساتھ قایم رہین گے اور کسی کی بھی مخالفت اُنھین نقصان نہ پہنچا سکیگی۔

لیکن نصاریٰ کی حالت اِس سے بالکل مختلف ہے۔ اُنھون نے مسیح (علیہ السلام) کے بعد ایک ایسا مذہب ایجاد کرلیا ہے جو نہ مسیح کا دین تھا، نہ کسی اور نبی کا۔ پھر اِس خودساختہ دین کو انکے علماء ور رہبان نے قبول کرلیا اور ان کے بادشاہون نے تلوار کے

زور سے اُسے رائج کیا۔ چنانچہ اب جس دین پر وہ چل رہے ہیں وہ ایک خود ساختہ دین ہے۔ نہ خدا نے اُسے مقرر کیا ہے، نہ مسیح (علیہ السلام) نے اُس کا کہیں حکم دیا ہے، نہ کسی اَور نبی سے اُس کا ثبوت ملتا ہے۔

انسان کی یہ بڑی ہی بدنصیبی ہے کہ دینِ الٰہی کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ دین میں ہمیشہ علمِ نافع اور عملِ صالح ہوتا ہے دنیا و آخرت کی سعادت و مسرت ہوتی ہے۔ عقل و روح کے اطمینان کے لئے تمام سامان موجود ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان جب انبیاء کی پیروی میں علماً یا عملاً کوتاہی کرتا ہے تو بدعت کی گمراہیوں میں گر پڑتا ہے اور شبہات کی تاریکیوں میں پڑا ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔

لیکن امتِ محمدیہ پر اللہ کا یہ بڑا ہی فضل و احسان ہے کہ اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت و دینِ حق کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور اُس سے خروج و اعراض کو روا نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اِس امت میں علمِ نافع و عملِ صالح کی بہتات ہی اور کہیں نقص و کوتاہی نظر نہیں آتی، جیسا کہ ہر دانشمند ادنیٰ غور و فکر سے معلوم کر لے سکتا ہے۔

اس امت میں یہ بھلائیاں کہاں سے آئیں ؟ یہہ فضائل و مکارم اُسے کس سے پہونچے ؟ جواب بالکل ظاہر ہے۔ رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شجر ہدایت کی اصل اور جڑ ہیں اور مسلمان اس کی شاخیں اور ڈالیاں ہیں اور معلوم ہے شاخیں اسی وقت تر و تازہ اور ہری بھری، اور خوشنما ہو سکتی ہیں جب جڑ صحیح سالم اور بے عیب ہو بنابریں امت کی نیکیاں، خوبیاں، اخلاق، فضائل دیکھنے کے بعد بے چون وچرا تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ آپ اپنے علم، دین، صلاح، تقویٰ اخلاق میں افضل ترین اور اکمل ترین انسان ہوں گے اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد لازمی طور پر یہ بھی مان لینا پڑے گا کہ آپ اپنے دعوئ رسالت و نبوت میں ضرور سچے ہیں۔ کیونکہ اتنا بڑا دعویٰ یا تو اکمل ترین و اصدق ترین انسان کر سکتا ہے۔ یا اوّل درجہ کا جھوٹا اور خبیث آدمی۔ لیکن آپ کے علم و دین و صلاح و تقویٰ و صداقت کا جو حال یقینی طور پر ہمیں معلوم ہے وہ ہر طرح کے شر و فساد، خبث و جہل کے بالکل منافی اور اور سراسر خلاف ہے۔ بنابریں یہ بے چون وچرا مان لینا پڑے گا کہ آپ اپنے دعوئ رسالت میں یقیناً سچے ہیں۔ کیونکہ جو آدمی غلط دعوے کرتا ہے وہ یا تو دانستہ جھوٹ بولتا ہے

یا نادانستہ غلطی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت میں وہ ظالم و بدراہ ہوگا۔ دوسری صورت میں جاہل اور گمراہ۔ لیکن آپ کا کمالِ علم جہل سے آپ کو مبرّا کر رہا ہے۔ اور کمالِ تقویٰ کذبِ ارادی سے پاک قرار دیا ہے۔

پس جب یہ دونوں احتمال اٹھ گئے تو یہ مسلّم ہو گیا کہ آپ اپنے دعوے میں سچّے تھے اور اپنے سچے ہونے کا یقینی علم بھی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان دونوں باتوں سے منزّہ اور پاک قرار دیا ہے۔ فرمایا

"والنجم اذا ھوی، ما ضل صاحبکم وما غوی، وما ینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی" پھر فرمایا[1] "وما صاحبکم بمجنون ولقد رآہ بالافق المبین، وما ھو علی الغیب بضنین"

یعنی یہ نبی ہرگز متّہم و مشکوک نہیں ہے۔ یا اُس آدمی کی طرح بخیل نہیں ہے جو بغیر محنتانہ لئے نہ کچھ سکھاتا ہے نہ بتاتا ہے، یا اسی کو سکھاتا اور بتاتا ہے جسے عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

---

(۱) قسم ستارے کی جب وہ ٹوٹے، تمہارا ساتھی (محمدؐ) نہ راہِ راست سے بھٹکا ہے نہ بہکا ہے اور نہ اپنے جی سے باتیں بناتا ہے، وہ جو کچھ بھی کہتا ہے، وحیِ الٰہی ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے

"وما ھو بقول شیطان رجیم فاین تذھبون، ان ھو الا ذکر للعالمین"(۱) اور فرمایا "وانہ لتنزیل رب العالمین، نزل بہ الروح الامین، علی قلبک لتکون من المنذرین، بلسان عربی مبین، ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین؟ تنزل علی کل افاک اثیم، یلقون السمع واکثرھم کاذبون"(۲)

اس میں اللہ تعالی نے صاف کر دیا ہے کہ شیطان صرف اُنہی پر اُترتے ہیں جو اُن کے مناسب حال ہوتا ہے جس میں دانستہ یا نادانستہ کذب و بہتان اور فسق و فجور موجود ہوتا ہے تاکہ اُس سے اپنا کام نکالیں۔ شیطان کی غرض شر، فساد، کذب، بہتان اور فسق و فجور ہوتی ہے۔ نہ کہ صدق، کرم، سخاوت، خیر، تقوی، عدل و انصاف پس جب آپکے تمام حالات میں بحث و نظر کے بعد یہ معلوم ہو جاتا

(۱) یہ قرآن شیطان کا کلام نہیں ہے، یہ تو تمام جہانوں کے لیئے نصیحت ہے۔

(۲) یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ روح الامین (جبرئیل) اُسی عربی زبان میں لیکر تیرے قلب پر اُترا ہے تاکہ تو دُنیا کو ڈرانے والا ہو۔۔ میں تمہیں بتاؤں کس پر شیطان اُترتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹے بدکار پر اُترتے ہیں اور انھیں خبریں پہنچاتے ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر بڑے جھوٹے ہیں

ہے کہ نہ اپنی کسی بات میں آپ سے کوئی جھوٹ یا غلطی سرزد ہوئی نہ آپ کے کسی کام میں فسق و فجور کا ادنیٰ لگاؤ بھی پایا گیا تو لازمی طور پر تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ شیطان نہیں بلکہ مقرب فرشتہ "روح الامین" آپ پر نازل ہوتا تھا اور وہی رب العالمین کی ہدایت آپ کو پہنچاتا تھا چنانچہ فرمایا "انہ لقول رسول کریم، ذی قوۃ عند ذی العرش مکین، مطاع ثم امین[1]"

فصل

آپ کے جو ظاہری و باطنی اوصاف ہم تک پہونچے ہیں وہ سب کے سب آپ کے کمالِ اخلاق، صداقت، شجاعت، سخاوت، زہد، تقویٰ پر دلالت کرتے ہیں اور صاف بتا رہے ہیں کہ ان صفات کا آدمی بجز نبی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کے جملہ محاسن کا بیان و احاطہ تو اس جگہ ناممکن ہے۔ صرف ایک سرسری نظر پر اکتفا کی جاتی ہے، جو ثبوتِ نبوت کے لئے بالکل کافی ہے:

---

(۱) یہ قرآن معزز پیامبر (جبریل) کا پیام ہے، وہ طاقتور ہے۔ عرش کے مالک کی جناب میں اس کا بڑا رتبہ ہے۔ اس کی اطاعت کیجاتی ہے اور وہ بڑا ہی امانت دار ہے۔

صحیحین میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ قد درمیانہ تھا۔ نہ بہت لانبے تھے نہ بالکل پستہ قد تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ سر پر بال گھنے اور کانوں کی لو تک لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑہ زیب تن کئے ہوئے دیکھا ہے اور نہیں کہہ سکتا کہ آپ سے زیادہ کسی کو خوبصورت دیکھا ہے" انہی براء سے پوچھا گیا "کیا رسول اللہ کا چہرہ تلوار کی طرح لمبا اور چمکیلا تھا؟" کہا "نہیں بلکہ چاند کی طرح خوبصورت اور روشن (۱)!"

کعب بن مالک کہتے ہیں "جب آپ کسی بات پر خوش ہوتے تھے تو چہرہ مبارک اس طرح روشن ہو جاتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے (۲)!"

انس بن مالک کہا کرتے تھے "آپ کا سر بڑا تھا۔ پاؤں فربہ تھے۔ ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ ہاتھ بھاری تھے۔ میں نے آپ سے پہلے اور بعد کسی کو بھی آپکا سا خوبصورت نہیں دیکھا"۔ ان ہی سے آپ کے بالوں کے متعلق سوال کیا گیا تو کہا "آپ کے بال نہ بالکل گھونگروالے تھے نہ بالکل سیدھے اور کان اور شانوں کے درمیان لٹکے رہتے تھے (۳)"

(۱) بخاری (۲ و ۳) صحیحین۔

جابر بن سمرہ کی روایت ہے "منہہ کا دہانہ کشادہ تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں پاؤں کی ایڑیاں پتلی تھیں (۱)"

انس بن مالک سے مروی ہے "آپ نہ لمبے تھے نہ پست قد۔ نہ بالکل دودھ کی طرح سفید تھے نہ سالونے۔ بال نہ گھونگر والے تھے نہ بالکل سیدھے رنگ چمکیلا گورا تھا۔ پسینہ پیشانی پر ایسا نظر آتا تھا گویا موتی بکھرے ہوئے ہیں چلتے تھے تو جھومتے تھے۔ میں نے کبھی کوئی دیباج یا ریشم آپ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ نہ کبھی کسی مشک یا عنبر میں آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبو پائی (۲)"

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں "آپ کے دانت بڑے ہی چمکیلے تھے۔ جب منہہ کھولتے تو دانتوں سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا (۳)"

عبداللہ بن عمر کا قول ہے "میں نے آپ سے زیادہ کسی کو جری، سخی، بہادر اور خوبصورت نہیں دیکھا"

حضرت انس کا بیان ہے "ایک دن آپ ہمارے گھر تشریف لائے اور سو گئے۔ میری ماں اٹھیں اور آپ کا پسینہ سونت سونت کر شیشی میں لینے لگیں۔ آپ کی آنکھ کھل گئی اور فرمایا "ام سلیم! یہ کیا ہے؟" عرض کرنے لگیں "یہ

(۱ و ۲) صحیحین (۳) دارمی۔

آپ کا پسینہ ہے ہم اسے عطر میں ملائیں گے۔ یہ عطر سے بھی زیادہ خوشبودار ہے"[1] جابر کہتے ہیں "آپ جس راستہ سے گذر جاتے تھے تو بعد میں آنے والے کو خوشبو سے پتہ چل جاتا تھا کہ ادھر سے تشریف لیگئے ہیں"[2]

ام معبد کی مشہور حدیث ہے کہ جب سفر ہجرت میں آپ اور ابوبکر انکے ہاں اترے اور روانگی کے بعد انکے شوہر نے آکر آپکا حال پوچھا تو ام معبد نے کہا "ایک بڑا ہی خوبصورت آدمی، نہایت شیریں زبان، پیے تلے لفظ، نہ کم سخن نہ فضول گو۔ گفتگو ایسی گویا کسی ہار میں سے موتی نکلے چلے آرہے ہیں"

ربیع بنت معوذ سے پوچھا گیا "آنحضرت کیسے تھے"؟ کہنے لگیں "اگر تم آپ کو دیکھتے تو سمجھتے اٹھتا ہوا سورج دیکھ رہے ہو"

حضرت انس سے مروی ہے "رسول اللہ صلعم سب سے بہتر، سب سے سخی، سب سے جری آدمی تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں کچھ کھٹکا معلوم ہوا۔ اور لوگ آواز کی طرف دوڑے۔ مگر کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ انکی طرف لوٹے چلے آرہے ہیں۔ آپ سب سے پہلے خطرہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے اور اصلیت معلوم کرلی تھی۔ ابوطلحہ کے گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر

---

(۱) صحیحین (۲) دارمی۔

مکمل، اور زیادہ بہتر طور پر موجود نہ ہو۔

عقلمند ایک ہی نظر میں اس امت اور دوسری امتوں کا امتیازی فرق معلوم کر سکتا اور فوراً فیصلہ کر دے سکتا ہے کہ کون افضل و اکمل ہے؟ تمام دوسری امتوں کے علم سے اس امت کی علم کا مقابلہ کرو۔ دونوں کی دینداری، عبادت، طاعت، تقویٰ کا موازنہ کرو۔ دونوں کی سخاوت اور فیاضی کی جانچ کرو۔ دونوں کے جہاد فی سبیل اللہ، جوانمردی، جرأت، ہمت اور ثابت قدمی کا امتحان کرو۔ صاف نظر آئیگا کہ یہ امت سب سے زیادہ دیندار، سب سے زیادہ عبادت گذار، سب سے زیادہ مستقل مزاج اور اللہ کی خوشنودی کیلئے سب سے زیادہ جان و مال قربان کرنے والی امت ہے![1]

---

[1] اس زمانہ کے مسلمان ایمان سے کہیں کیا اس وقت بھی اُن کی یہی حالت ہے جو شیخ الاسلام نے بیان کی ہے؟ کیا اس وقت بھی وہ تمام قوموں سے زیادہ علم، نیکی، دینداری، ثابت قدمی اور راہِ خدا میں ثابت قدمی کا جذبہ رکھتے ہیں؟ ہمیں شرم و ندامت کیساتھ اقرار کرنا چاہیئے کہ نہیں۔ آج مسلمان دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ پست اور خراب حالت میں ہیں بلکہ اسلام کیلئے سب سے بڑا فتنہ بنے ہوئے ہیں۔ آج مسلمان درحقیقت اسلام کی روشن پیشانی پر سیاہ دھبہ ہیں اور اس کی بدنامی و رسوائی کا سب سے بڑا سبب بنے ہوئے ہیں۔ کاش اب بھی سنبھلیں اور ایکہزار برس سے جس گمراہی پر قائم ہیں اور جسکی وجہ سے برابر تباہ ہو رہے ہیں اُسے چھوڑ کر کتاب و سنت پر استوار ہو جائیں جس نے انہیں ایکدن قیصر و کسریٰ کا آقا بنا دیا تھا۔ (مترجم)

کردیا۔ وہ اپنے قبیلہ میں واپس گیا اور کہنے لگا "لوگو اسلام قبول کرو کیونکہ محمدؐ اُس شخص کی طرح بخشش کرتا ہے جو ناداری سے نہیں ڈرتا[1]"

ابو سعید خدری کہا کرتے تھے "رسول اللہ پردے میں بیٹھنے والی کنواریوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے! اگر کوئی بات طبع مبارک پر گراں گزرتی تو ہم آپ کے چہرہ سے معلوم کرلیا کرتے تھے[2]"

ایک دن عبداللہ بن عمروؓ کی مجلس میں آپ کا ذکر خیر ہوا تو وہ کہنے لگے "رسول اللہ نہ فضول گو تھے نہ سخت کلام[3]"

انس کہتے تھے آنحضرت نہ گالی زبان سے نکالتے تھے، نہ بیہودہ بکتے تھے۔ نہ کسی کو لعنت کرتے تھے۔ اگر بہت خفا ہوتے تو صرف اس قدر فرماتے تھے "اُس کی پیشانی پر خاک! اُس نے ایسا کیوں کیا[4]؟"

حضرت عائشہ کی روایت ہے "جب دو معاملے سامنے آتے تو جو زیادہ آسان ہوتا اُسی کو اختیار کرتے تھے، اِلا یہ کہ گناہ ہوتا تو اُس سے سب سے زیادہ دُور رہتے تھے۔ کبھی اپنے نفس کے لئے انتقام نہیں لیا، اِلّا یہ کہ اللہ کی شریعت شکست کی جائے۔ آپ نے کبھی کسی عورت کو یا نوکر کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، ہاں راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے[5]"۔ انہی عائشہ سے

(۱ و ۲ و ۳) صحیحین (۴) بخاری (۵) مسلم

پوچھا گیا "آپ کا اخلاق کیا تھا؟" فرمایا "آپ کا اخلاق قرآن تھا"[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے جواب میں کہا "آپ نہ فضول گو تھے نہ دشنام کے عادی تھے، نہ بازاروں میں غل مچاتے تھے، نہ برائی کے بدلے برائی کرتے تھے بلکہ ہمیشہ درگذر کرتے تھے"[2]

علقمہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا آنحضرت کا عمل کیا تھا؟ کیا کسی خاص دن کوئی خاص عبادت کرتے تھے؟ کہنے لگیں "نہیں، آپ کا عمل ہمیشہ یکساں ہوتا تھا۔ نہ اس میں کمی ہوتی تھی نہ بیشی۔ تم میں کون رسول اللہ کا سا عمل کر سکتا ہے"[3]

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا "میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ محاسن اخلاق کی تکمیل کروں"[4]

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آنحضرت نے ایک مرتبہ اس قدر نماز پڑھیں کہ پاؤں ورم کر آئے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپکے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے گئے ہیں؟ فرمایا "ہاں" مگر کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں![5]"

ابوہریرہ کہتے ہیں "آپ نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی۔ اگر اچھا معلوم ہوتا تو کھا لیتے ورنہ ہاتھ اٹھا لیتے تھے"[6]

(۱) مسلم (۲) ابوداؤد طیالسی (۳) صحیحین (۴) صحیح حاکم (۵ و ۶) صحیحین۔

ایک شخص نے آکر کہا میرے پڑوسیوں کو رہا کر دیجئے۔ آپ نے اُسکی جانب سے منہ پھیر لیا۔ اِس پر وہ اُجڈ کہنے لگا "لوگ تو کہتے ہیں تو سرکشی سے منع کرتا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں تو بہت بڑا سرکش ہے!" آپ نے نہایت بردباری سے جواب دیا "اگر میں سرکش ہوں تو مجھے سزا ملے گی" پھر صحابہ سے فرمایا اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔[1]

حضرت انس کہتے ہیں "صحابہ رسول اللہ سے زیادہ کسی سے کبھی محبت نہ کرتے تھے" تاہم آپ کو دیکھکر تعظیم سے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ یہ بات آپ کو ناپسند تھی[2]"

اِن ہی انس کی روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو آپ اُس کی عیادت کے لئے تشریف لیگئے اور فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ؟" لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ باپ کہنے لگا "ابوالقاسم (یعنی آنحضرت) کا کہا مان" چنانچہ لڑکا مسلمان ہو گیا اور آپ نے مسرت سے فرمایا "اُس خدا کے لئے ستایش جس نے اِس کو میرے ذریعہ دوزخ سے نجات دی[3]"

ابو حازم کہتے ہیں۔ آپ نے ایک شخص کو مخاطب فرمایا تو خوف سے

---

(۱) ترمذی (۲) مسند احمد (۳) مسلم

اُس کے بدن میں کپکپی پڑ گئی۔ اُسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا "کیوں ڈرتا ہے؟ میں پادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک معمولی قریشی عورت کا لڑکا ہوں جو کچلا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی[1]!"

حضرت انس کی روایت ہے "ایک عورت کے دماغ میں فتور تھا ایک دن وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ آپ نے فرمایا "بی بی! جس راستہ میں تیرا جی چاہے کھڑی ہو جا، میں وہاں آ کر تیری باتیں سن لونگا۔ چنانچہ دیر تک کھڑے اُس کی بکواس سنتے رہے[2]"

نیز انس کا بیان ہے کہ مدینہ کی جو کنیز بھی چاہتی تھی۔ آپکا ہاتھ پکڑ لیتی تھی اور اپنی ضرورتوں میں لئے لئے پھرتی تھی۔ جب تک وہ خود اجازت نہ دیتی۔ آپ واپس نہیں آتے تھے[3]"

ابن ابی اوفی کہا کرتے تھے "آپ بیواؤں اور مسکینوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اُن کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ ذکر الٰہی میں زیادہ مشغول رہتے تھے۔ فضول گوئی سے بچتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ خطبہ مختصر دیتے تھے اور غلاموں اور

---

(۱) رواہ ابن جوزی (۲) مسلم (۳) بخاری فی الادب

بیواؤں کے ساتھ چلنے پھرنے میں کچھ بے عزتی نہیں سمجھتے تھے[1]"۔

حضرت انس سے مروی ہے" رسول اللہ گدھے پر سوار ہوتے تھے اُون پہنتے تھے۔ غلاموں کی دعوت بھی منظور کر لیتے تھے۔ جنگ خیبر میں میں نے آپ کو ایسے گدھے پر سوار دیکھا جس کی لگام رسی کی تھی[2]"۔

نیز ان ہی کا قول ہے" میں نے رسول اللہ سے زیادہ بچوں پر مہربان کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ بچے کھیل رہے تھے، آپ اُدھر سے گذرے تو خود انھیں سلام کیا[3]"۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں آپ زمین پر بیٹھتے تھے۔ زمین پر کھاتے تھے۔ بکریاں اپنے ہاتھ سے باندھتے تھے۔ غلاموں تک کی دعوت قبول کر لیتے تھے[4]"۔

قدامہ بن عبداللہ کہتے ہیں" میں نے آنحضرت کو بھورے خچر پر سوار دیکھا۔ آپ نہ اُسے مارتے تھے نہ دوڑاتے تھے[5]"۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے" میں نے رسول اللہ کو کبھی کھلکھلا کر ہنستے نہیں دیکھا۔ آپ صرف مسکراتے تھے۔ جب باد و باراں آتے دیکھتے تو چہرۂ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا۔ میں نے عرض کی لوگ تو جب بادل

---

(۱) دارمی (۲) طیالسی (۳) بخاری (۴ و ۵) رواہما ابو الشیخ۔

دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ پانی برسے گا۔ مگر آپ کے چہرہ پہ پریشانی کے آثار دیکھتی ہوں۔ فرمایا "عائشہ! مجھے کون مطمئن کر سکتا ہے کہ اس میں عذاب نہ ہوگا۔ ایک قوم اسی قسم کے طوفان سے ہلاک ہو چکی ہے" پھر یہ آیت پڑھی: فلما راٰوہ عارضاً مستقبلا اودیتھم، قالوا ھذا عارض ممطرنا"[1]

حضرت انس کہتے ہیں "ایک دن میں آپ کے ہمراہ تھا اور آپ موٹے کناروں کی نجرانی چادر اوڑھے تھے۔ ایک بدو آیا اور اتنے زور سے آپ کی چادر پکڑ کر کھینچی کہ میں نے آپ کی گردن پر اس کے کنارے کا گہرا نشان دیکھا۔ پھر وہ گنوار کہنے لگا "اے محمد! خدا کا جو مال تیرے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ دے!" آپ اس کی طرف مڑے اور ہنسنے لگے۔ پھر اس کے لئے بخشش کا حکم دیا۔[2]

حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں "آنحضرت اپنے مصلے سے طلوع آفتاب سے پہلے نہیں اٹھتے تھے۔ اس دوران میں صحابہ جاہلیت کے واقعات سناتے تھے اور ہنستے تھے۔ مگر آپ صرف مسکراتے تھے"۔

عہ جب انھوں نے عذاب کو ابر کی شکل میں اپنے میدانوں کی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ایک ابر ہے جو ہم پر برسنے والا ہے۔

(۱ و ۲) صحیحین۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ اکثر خاموش رہتے، بہت کم ہنستے، صحابہ آپ کی مجلس میں اشعار پڑھتے، زمانہ جاہلیت کے قصے بیان کرتے اور ہنستے تھے۔ مگر آپ صرف تبسم کرتے تھے (۱)۔

حضرت عایشہ سے پوچھا گیا رسول اللہ گھر کے اندر کیا کرتے تھے؟ کہنے لگیں "اپنے اہل و عیال کی خدمت کرتے تھے اور نماز کا وقت آتا تھا تو مسجد چلے جاتے تھے" دوسری روایت میں ہے کہ عایشہ نے کہا "آپ اپنا جوتہ خود گانٹھتے۔ اپنے کپڑے سیتے تھے۔ گھر کا تمام کام اسی طرح کرتے تھے جس طرح تم سب کرتے ہو (۲)"

نیز عایشہ کہتی ہیں "آپ کو مسلسل تین دن بھی پیٹ بھر گیہوں کی روٹی میسر نہیں آئی۔ یہاں تک کہ جوار خداوندی میں پہنچ گئے۔ ہم آل محمد پر ایک ایک دو دو مہینے گذر جاتے تھے اور گھر میں چولہا تک نہ جلتا تھا۔ صرف کھجور اور پانی پر بسر ہوتی تھی۔ ہمارے پڑوسی انصار اپنی بکریوں کا دودھ بھیج دیا کرتے تھے جس میں سے کچھ آپ بھی پی لیتے تھے (۳)"

حضرت انس کہا کرتے تھے "رسول اللہ نے نہ باریک چپاتیاں کبھی

---

(۱) مسلم (۲) بخاری (۳) صحیحین

دیکھیں نہ بُھنی ہوئی بکریاں نہ پرتکلف دسترخوانوں پر کھانا کھایا![1]"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن خطبہ میں اسلامی فتوحات کا ذکر کیا پھر فرمایا "میں نے رسول اللہ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ دن دن بھر بھوکے رہتے تھے۔ گھٹیا کھجور بھی پیٹ بھرنے کو نہ ملتی تھی"!

حضرت انس کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ کے لئے جَو کی روٹی لے گیا۔ یہ جَو آپ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گرو کر کے اہل بیت کے لئے خریدے تھے۔ اسی موقعہ پر میں نے آپ کو فرماتے سنا "محمد کے خاندان میں آج نہ ایک مٹھی گیہوں کی باقی ہے نہ کسی اور غلہ کی"! حالانکہ اس وقت ازواج مطہرات نو تھیں[2]"

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ "آنحضرت کا بچھونا چمڑے کا تھا جسمیں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے[3]"

حضرت عمر کی روایت ہے کہ میں آنحضرت کے حجرہ میں داخل ہوا تو آپ چٹائی پر لیٹے تھے۔ مجھے دیکھکر تہ بند سمیٹ لیا اور بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشان پہلو میں پڑ گئے ہیں۔ حجرہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ صرف ایک مٹھی جَو پڑے تھے اور چند ٹکڑے روٹی کے رکھے تھے اور

(۱ و ۲ و ۳) بخاری

پانی کی ایک مشک دیوار سے لٹک رہی تھی۔ یہ حال دیکھکر میرے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ میں نے عرض کی "میں کیوں نہ روؤں؟ آپ اللہ کے اتنے بڑے برگزیدہ رسول اس حال میں ہیں اور یہ عجمی بادشاہ عیش کر رہے ہیں!" اس پر آپ نے فرمایا "اے عمر! کیا تو شک میں پڑ گیا ہے؟ کیا تجھے پسند نہیں کہ دنیا اُن کے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے"؟ میں نے عرض کی "ضرور" فرمایا "تو خدا کا شکر ادا کر!"(۱)

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آپ یہ دعا کرتے تھے "اے خدا آلِ محمد کو قوتِ لایموت بھر رزق دے!"(۲)

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں "ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہیں اور چٹائی کے نشان پہلو میں نمایاں ہیں۔ میں نشانوں پر ہاتھ پھیرنے لگا اور بولا "یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ نے ہمیں خبر کیوں نہ دی کہ سونے کے لئے کچھ بچھا دیتے؟" آپ نے جواب دیا "مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی گھوڑے سوار کسی درخت کے نیچے سایہ میں ذرا دم لے لیتا ہے اور پھر اُسے پیچھے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے"!(۳)

---

(۱) صحیحین (۲) مسلم (۳) طیالسی و احمد

حضرت انس کہا کرتے تھے "رسول اللہ صلعم موٹا پہنتے تھے، موٹا کھاتے تھے، اون سے جسم ڈھکتے تھے اور پیوند لگا جوتہ پاؤں مین پہنتے تھے"!

حسن بصری سے پوچھا گیا "موٹا کھانے سے کیا مطلب ہی؟
کہا "ذرا ذرا جو چابتے تھے اور پانی کے گھونٹون سے اس کے لقمے اتارتے تھے!"

یہ تھی حالت محمد بن عبداللہ ہاشمی (صلعم) کی جس نے دنیا بھر کے واسطے رسول اور ہادی ہونے کا دعوے کیا! کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا شخص بجز صادق اور امین ہونے کے اور کچھ ہو سکتا ہے؟